ہر شخص کے لیے

قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا فرض نہیں ہے

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

قرآنِ کریم: احکم الحاکمین تبارک وتعالیٰ کا کلام ہے، اِس لیے اَحسن الحدیث، خیر الحدیث، اورخیر الکلام ہے، اِس کو بندوں کے قلبی اَمراض اور روحانی بیماریوں کے لیے شافی، اِس دنیائے دَنی میں نفس وشیطان کی طرف سے پیدا کی جانے والی تاریکیوں اور ظلمتوں کے لیے نور اور روشنی، اور جنت تک پہنچانے والے صراطِ مستقیم کا ہادی اور رہنما بنا کر اُتارا گیا ہے، یہ اللہ کی وہ رسی ہے جس کے اعتصام والتزام کے ذریعے خاک کے اِس ذرے کو بھی عالمِ بالا سے نسبت حاصل ہوجاتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک ''اِقرأ وارتقِ'' (پڑھتا جا، چڑھتا جا) میں اس کی طرف صاف اشارہ موجود ہے، اِس کے الفاظ ومبانی بھی اِکسیر شفا ہیں، اور اِس کے مطالب ومعانی بھی پرتاثیر دوا ہیں۔

چونکہ یہ قرآن: اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور کلام: متکلم کی صفت ہوا کرتا ہے، اِس لیے جس طرح باری تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہر طرح کے نقائص ومعایب سے مبرا ومنزَّہ ہے، باقی اور غیر فانی ہے، اِسی طرح اُس کا یہ کلام بھی ہر طرح کی کمی اور کجی سے پاک ہے، لافانی اور لازوال ہے۔

قرآن کریم کے ظاہری حروف ونقوش اور باطنی معانی ومفاہیم دونوں میں سے ہر ایک کی مستقل اہمیت ہے، ایک کی وجہ سے دوسرے پہلو کی طرف سے بے توجہی نہیں کی جاسکتی، اِسی لیے علماء نے جس طرح حفظ وناظرہ کے ذریعے قرآنِ کریم کے الفاظ کی حفاظت کو فرضِ کفایہ قرار دیا ہے، اسی طرح تفسیر وتاویل کے ذریعے قرآن کریم کے معانی کی حفاظت کو بھی فرضِ کفایہ

قرار دیا ہے، ہمارے قرآنی مکاتب، اور دینی مدارس کا یہ عظیم الشان سلسلہ اِسی اِحساسِ فرض، اور اُس کی ادائیگی کا ایک حصہ ہے۔ والحمد اللّٰہ علی عونہ وتوفیقہ وتیسیرہ۔

آج کل عقلیت ونیچریت (مادیت) سے متاثر بعض لوگ یہ کہتے یا سمجھتے ہیں کہ "بے سمجھے قرآن کریم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں"!۔ اور کچھ محتاط حضرات یہ کہتے ہیں کہ "اگرچہ فی الجملہ کچھ فائدہ تو ہے، مگر تدبر اور تفکر فرض بہرحال ہے، اِس لیے ہر شخص کو قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے"!۔

اور اپنے اِس دعوی کے لیے قرآنِ کریم ہی کی وہ آیات پیش ہیں جن میں لوگوں کو تفکر وتدبر اور تعقل وتذکر کی دعوتِ عام دی گئی ہے، عربی وعجمی، عالم وعامی، اور فقیہ وغیر فقیہ کی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے، کوئی بھی ہو؛ ان حضرات کے دعوے (یا دعوت) کے مطابق اُس کو قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مگر ان سادہ لوح دوستوں کی یہ خواہش (یا کوشش) بعض غلط فہمیوں پر مبنی ہے، ذیل میں ہم حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے بعض اِفادات سے اِستفادہ کرتے ہوئے، کچھ مزید اِضافات کے ساتھ اِس موضوع سے متعلق معروضات پیش کرتے ہیں — وباللّٰہِ التوفیق —:

عوام کے لیے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا مضر ہے

حضرت فرماتے ہیں: ایک ملاجی میرے پاس مُتَرجَم قرآن شریف لائے، جس کو عام لوگ مترجَّم کہتے ہیں، وہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا تھا، جس میں محاورہ کی زیادہ رعایت کی گئی ہے۔۔۔، تو اَب وہ ترجمہ دکھلا کر مجھ سے پوچھنے لگے کہ قرآن سے تو پاؤں کا مسح ثابت ہوتا ہے، میں بڑا گھبرا گیا کہ اس جاہل کو کیونکر سمجھاؤں، نہ یہ عطف کو سمجھے، نہ اِعراب کو، تو میں نے اس سے کہا کہ ملاجی! تم نے یہ کیونکر معلوم کیا کہ یہ قرآن ہے اور خدا کا کلام ہے؟ کہا علماء کے کہنے سے، میں نے کہا: اللّٰہ اکبر! علماء اس میں تو ایماندار ہیں کہ وہ ایک عربی عبارت کو قرآن کہہ دیں، اور اس میں ایمان دار نہیں کہ وہ پاؤں دھونے کو فرض کہیں، بس علماء نے فرمایا ہے کہ پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں۔

اور نیز یہ بھی کہا ہے کہ تم جیسوں کو قرآن کا ترجمہ دیکھنا جائز نہیں، خبردار! جو تم نے آئندہ کبھی ترجمہ دیکھا، بس قرآن کی تلاوت کیا کرو، ترجمہ ہرگز نہ دیکھو۔

اس سے بھی بڑھ کر ہمیں ایک بڑے میاں ملے، جو بڑے تہجد گذار اور پابند اَوراد تھے، مگر قرآن کا ترجمہ دیکھ کر گمراہ ہوئے تھے، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ جب میں قرآن پڑھا کروں تو لفظِ {راعنا} چھوڑ دیا کروں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {یاأیھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا}، جس کا ترجمہ یہ لکھا ہے (کہ اے ایمان والو! ''راعنا'' مت کہا کرو)۔ تو کیا تلاوت کے وقت ''راعنا'' کو نہ پڑھا کروں؟ میں نے ان سے کہا کہ ''راعنا'' کو تو مت چھوڑو، مگر آج سے قرآن کا ترجمہ دیکھنا چھوڑ دو، کیونکہ تم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں۔

صاحبو! ایسے ہی لوگوں نے شریعت کا ناس کیا ہے جو ترجمہ قرآن وحدیث کا دیکھ کر مجتہد بن گئے ہیں، اَب اگر ان کی کم لیاقتی کے سبب ان کے شبہات کا جواب نہ دیا جاوے، بلکہ ان لوگوں کو ترجمہ دیکھنے سے منع کیا جاوے، تو بعضے یوں کہتے ہیں کہ علماء کو ہمارے سوالات کا جواب نہیں آتا، میں کہتا ہوں: افسوس آپ کو سمجھنا نہیں آتا، جواب تو ہر سوال کا ہے، مگر یہ بتلاؤ کہ اس کو سمجھنے والا کون ہے؟

ان کو اپنی عقل کی خبر نہیں کہ اس میں جواب کے سمجھنے کی اہلیت نہیں، بھلا اگر ایک سائیس کسی کالج کے پروفیسر سے کہے کہ مجھے اُقلیدس کے پہلے مقالہ کی پانچویں شکل سمجھا دو، اور وہ اس کی تقریر کرے، اور سائیس نہ سمجھ سکے، اور کہے کہ نہ معلوم یہ کیا بکتا ہے!! تو بتلایئے قصور کس کا ہے؟ یقیناً سائیس کی عقل کا قصور ہے، مگر جاہلوں کے نزدیک تو وہ پروفیسر ہی بکتا ہے!!

...بس ایسے شخص کا جواب یہی ہے کہ تم کو جس طریقہ سے قرآن کا قرآن ہونا معلوم ہوا اُسی طریقہ سے اس کے اَحکام بھی معلوم کرو، تم کو خود معنی سمجھنے کا کوئی حق نہیں، یہ تفصیل میں نے اس لیے کی تاکہ آپ ترجمۂ قرآن دیکھ کر اپنے کو ماہر نہ سمجھیں، جو لوگوں میں بڑا مرض ہے۔(تواصی بالحق حصہ اول ص ۹)

(۲) حق تعالیٰ فرماتے ہیں: {تلک آیات الکتاب وقرآن مبین} (یہ آیات: کتاب اورقرآن مبین کی ہیں)، اِس جگہ ’’آیات‘‘ کے دولقب بیان کیے گئے ہیں: ایک قرآن، دوسرے کتاب، قرآن کے معنی ہیں: مایُقرأیعنی پڑھنے کی چیز، اور کتاب کے معنی ہیں: مایُکتب، یعنی لکھنے کی چیز، اورظاہر ہے کہ پڑھنے اورلکھنے کی چیز کیا ہے؟ اَلفاظ ہی تو ہیں، معانی کو کون پڑھ سکتا، یا کون لکھ سکتا ہے؟ پھر’’کتاب‘‘ کا اَصل مصداق وہ وَضعی نقوش ہیں جن کوعوام کرم کانٹے کہتے ہیں، الفاظ پڑھے جاتے ہیں، اورنقوش لکھے جاتے ہیں، لہٰذا قرآن کی اِس آیت سے معلوم ہوا کہ اَلفاظِ قرآن کے ساتھ ساتھ، نقوشِ قرآن بھی قابلِ حفاظت ومستحقِ تعظیم ہیں۔

جونوتعلیم یافتہ اَلفاظِ قرآن کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں، درحقیقت وہ معانی کی قدرنہیں کرتے، ورنہ اس کی حفاظت کے ہر سامان کی ان کوقدر ہوتی۔

صاحبو! اَلفاظِ قرآن کواس کی حفاظت میں بہت بڑادخل ہے، کیونکہ الفاظِ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہوجاتے ہیں، کہ اگرخدانخواستہ یہ لکھے ہوئے مصاحف کم ہوجائیں توایک بچہ حافظِ قرآن اپنی یاد سے اس کودوبارہ لکھواسکتا ہے۔

صاحبو! میں نہایت آزادی سے صاف کہوں گا کہ جولوگ بدون معانی سمجھے اَلفاظ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں، واللہ وہ حضرتِ حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ توقرآن کے حافظ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں، تاکہ یہ محفوظ رہے، اور یہ لوگ دنیا سے حفظِ قرآن کو مٹانا چاہتے ہیں، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ حفظِ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے، بڑے ہوکر ویسا حفظ نہیں ہوتا، تو اَب اگران لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تواس کاانجام یہی ہے کہ حفظ کا درواہ بند ہوجائے، مگر {یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم ویأبی اللہ إلاأن یتم نورہ ولو کرہ الکافرون}، یہ خدا کے نور کومٹانا چاہتے ہیں، بخدا یہ خود ہی مٹ جائیں گے، اورخدا کا نوران کے مٹانے سے ہرگز نہ مٹے گا، یہ لوگ

اپنے اِیمان کی خیر منائیں، یہ ہیں کس ہوا میں؟! خدا کی قسم ان لوگوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا، یہ بالکل تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔

جب خدا تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ قرآن محفوظ رہے تو آپ کو اس کی طرف جھکنا چاہیے، اوراس کے اَلفاظ کا پورا اِہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ اَلفاظ ومعانی دونوں قابل اہتمام ہیں، مگر اَلفاظ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ معانی کی حفاظت اَلفاظ کی حفاظت پر موقوف ہے، کیونکہ معانی کا ضبط بدون الفاظ کے نہیں ہوسکتا، دیکھیے سب سے پہلے معانی کا نزول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوا ہے، مگر وہاں بھی بواسطہ اَلفاظ کے ہوا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلفاظ کا اس قدر اِہتمام تھا، کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظہ بہت قوی تھا، بلکہ سارے ہی قویٰ مضبوط تھے... یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے منع کرنے کی نوبت آئی کہ آپ ساتھ ساتھ پڑھنے کی مشقت برداشت نہ کریں {**لاتحرک به لسانک لتعجل به**}، ہم ذمہ لیتے ہیں کہ قرآن کو آپ کے دل پر جمادیں گے، اِس تسلی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرشتے کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَلفاظِ قرآن کا اس درجہ اہتمام تھا تو ہم کو بھی ان کا اہتمام کرنا چاہیے، کیونکہ بدون الفاظ کے معانی کی حفاظت نہیں ہوسکتی، لہٰذا معانی کی نگہبانی یہی ہے کہ اَلفاظ کو یاد کیا جائے، حضراتِ سلف صالحین نے تو قرآن کے نقوش اور رسم خط کی بھی یہاں تک حفاظت کی ہے کہ رسمِ خطِ قرآن میں مستقل رسائل تصنیف کیے، اوراس کو علیحدہ فن قرار دیا ہے، اوراس میں تغیر وتبدل کو ناجائز فرمایا ہے۔ (باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

ہر شخص کے لیے

قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا فرض نہیں ہے

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

جدید تعلیم یافتہ، مادّہ پرست اور نیچریت وہیومنزم سے مرعوب اَذہان ہر اُس چیز کا اِنکار کردیتے ہیں جو حواسِ خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، اور چھونے) کے اِدراک میں نہ آتی ہو، یا براہِ راست اُن کی عقل و وِجدان کو اپیل نہ کرتی ہو، اور چوں کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے سے نہ اُن کی عقل و وِجدان میں کوئی بات آتی ہے، اور نہ اُس کا کوئی ظاہری اور محسوس نتیجہ مرتب ہوتا دِکھتا ہے، اِس لیے یہ لوگ بے سمجھے قرآن پڑھنے کو بے فائدہ بتلاتے ہیں۔

حالاں کہ ''علمِ غیب'' نام ہی اُن حقائق کا ہے جو اِنسانی ذرائعِ تحقیق سے ماوراا ور بالاتر ہوں، اور جن تک رسائی بغیر کسی روحانی اور نورانی ذرائع (جیسے وحی و اِلہام وغیرہ) کے ہو ہی نہ سکتی ہو، اور اس کو تسلیم کرنے کے لیے صرف اور صرف مخبرِ صادق کی تصدیق ہی کی صورت ہو، اس کے علاوہ مادّی لحاظ سے اُس کو کسی پیمانے پر پرکھنے کا کوئی نظام نہ ہو۔

اِسی لیے قرآن کریم جس کی ابتدا ہی ''لا ریب فیه'' (بے شک وشبہ) کے اعلان سے ہوتی ہے، اس کی پوری بنیاد اسی ''غیب'' پر اِیمان لانے پر رکھی گئی ہے، اور شروع ہی میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ ''یہ سامانِ ہدایت اور نصابِ تعلیم اُنہی لوگوں کے لیے ہے جو تقوی اِختیار کرنا چاہتے ہیں، اور (سائنس و مادّہ کے بجائے) غیب پر اِیمان رکھتے ہیں...''۔

پھر ظاہری اثرات اور نتائج کے اعتبار سے بھی زبان سے نکلے ہوئے ہر کلمہ کا ایک وزن اور تاثیر مسلمات میں سے ہے، کوئی اپنے کسی مخاطب کے لئے زبان سے کوئی بھی بات نکالے، خواہ اس کا مفہوم سمجھ کر، یا بے سمجھے، اگر مخاطب اس کو سمجھ رہا ہے تو اس کا اثر بہر حال ہوتا ہے، اس

لئے قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا یقیناً سعادت ہے، مگر بے سمجھے پڑھنا بھی معمولی سعادت نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ حدیث ’’هَذّاً كَهَذِّ الشِّعْرِ ‘‘ (بخاری: ۵۷۷۵) کے تحت فرماتے ہیں:

وفي هذا الحديث من الفوائد: كراهة الإفراط في سرعة التلاوة، لأنه ينافي المطلوب من التدبر والتفكر في معاني القرآن، ولا خلاف في جواز السرد بدون تدبر، لكن القراءة بالتدبر أعظم أجراً (اِس حدیث سے مستنبط فوائد میں سے ایک مسئلہ جلدی جلدی قرآن پڑھنے کے مکروہ ہونے کا بھی ہے، اِس لیے کہ اِس طرح پڑھنے سے معانیٔ قرآن میں مطلوب تدبر وتفکر حاصل نہیں ہوسکتا، اگرچہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، مگر سمجھ کر پڑھنا افضل بہرحال ہے)۔

اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ بدون معنی کے سمجھے قرآن پڑھنے سے بھی کیا فائدہ؟ کیونکہ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ معانی کی حفاظت بدون حفاظتِ اَلفاظ کے نہیں ہوسکتی، اور حفظِ معانی کی ضرورت آپ کو بھی مسلَّم ہے، یہ جواب تو سائنس وعقل کے موافق ہے، اور آج کل عقل وسائنس کی پرستش زیادہ ہے، اس لیے یہ جواب تعلیم یافتہ جماعت پر زیادہ حجت ہے۔

اور ایک جواب نقلی ہے جو دِین داروں پر حجت ہے، جو نقل کے سامنے عقل کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے، وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ قرآن کے ہر لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں، جس نے ایک بار زبان سے ’’الحمد‘‘ کہا اُس کے نامۂ اعمال میں اسی وقت پچاس نیکیاں لکھی گئیں، شاید عقل پرستوں کو یہ جواب پھیکا معلوم ہوا ہوگا، مگر صاحبو! حقیقت میں یہ بڑا قیمتی نفع ہے، جس کی قدر مرنے کے بعد معلوم ہوگی، جب کہ نیکیوں ہی کی پوچھ ہوگی، اور اس کے سوا تمام چیزیں ردّی ثابت ہوں گی۔

صاحبو! ایک اور عالم آنے والا ہے جس کے بازار میں آپ کے اُن سکّوں کی کچھ قدر نہیں جو آپ آج کل جمع کر رہے ہیں، نہ وہاں روپے کی قدر ہے، نہ اَشرفی کی، نہ انٹرنس کی

قدر ہے، نہ بی اے کی، نہ ایل ایل بی کی، نہ سی ایس آئی کی، وہاں کا سکہ یہی نیکیاں ہیں، جن کی آپ اس وقت بے قدری کررہے ہیں۔

پس قرآن کے الفاظ کا دوسرا نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کا سکہ ہے، جس کی ایک سورت سے آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہوجاتے ہیں، جب آپ وہاں جاکر دیکھیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ سے اتنا بے شمار ثواب مل گیا، تو بے ساختہ یوں کہیں گے۔

خود کہ بد ایں چنیں بازار را　　　　کہ بیک گل مے خری گلزار را

مگر ابھی اس واسطے قدر نہیں، کہ یہ بازار اس سکہ کا نہیں ہے، یہاں یہ سکہ رائج نہیں، لیکن آخر آپ مسلمان ہیں، اور آخرت وقیامت کے آنے کا اِعتقاد رکھتے ہیں، پھر اس نفع کی بے قدری کس لیے ہے؟ واللہ وہاں جاکر آپ افسوس کریں گے کہ ہائے ہم نے رات دِن قرآن کی تلاوت کیوں نہ کی، جو آج مالامال ہوجاتے، اور اس وقت اپنے ان عذروں اور بہانوں پر افسوس ہوگا جو آج کل تحصیل قرآن میں کیے جاتے ہیں۔

مجھے دِین دار طبقے سے بھی شکایت ہے کہ یہ طبقہ بھی تلاوتِ قرآن کا پوری طرح اہتمام نہیں کرتا، بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم کو فرصت نہیں ملتی، طلبہ اور مدرسین کو زیادہ تر یہی عذر ہے، مگر یہ محض لغو ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دوستوں سے باتیں کرنے میں بہت وقت ضائع کردیتے ہیں، اس وقت ان کو کہاں سے فرصت مل جاتی ہے، پھر افسوس ہے تلاوت قرآن کے لیے تھوڑا سا وقت نہیں دیا جاتا، کیونکہ آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے، اس لیے کہ آپ مومن ہیں، اور مومن کی شان یہ ہے: {والذین آمنوا أشد حباً للّٰہ} (جولوگ ایماندار ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت ہے)، پس آپ کو اللہ تعالیٰ سے ضرور محبت ہے، اور ایسی محبت ہے کہ کسی سے اتنی محبت نہیں، اور جب آپ کو اللہ ورسول سے محبت زیادہ ہے تو اَب اس کے کیا معنی کہ بدون سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟

صاحبو!............اور قرآن تو مہمل بھی نہیں، بلکہ نہایت فصیح وبلیغ، عجیب وغریب شیریں

زبان ہے، جولوگ سمجھتے ہیں وہ تو اس کی فصاحت اور بلاغت اور شیرینی کو سمجھتے ہی ہیں، مگر جولوگ نہیں سمجھتے ان کو بھی اس میں بہت مزہ آتا ہے، تجربہ کرکے دیکھ لو، اور جولوگ تلاوت قرآن کے عادی ہیں وہ اس کا خوب تجربہ کیے ہوئے ہیں، اور اگر کسی وقت کوئی خوش اِلحان قاری مل جائے تو ذرا اس سے قرآن سن کر دیکھ لو کہ بدون معنی سمجھے تم کو مزہ آتا ہے یا نہیں، واللہ بعض دفعہ نہ سمجھنے والوں کو بھی ایسا مزہ آتا ہے کہ دل پھٹ جاتا ہے، بس قرآن کی یہ حالت ہے:

برنگ اصحاب صورت را، ببوارباب معنیٰ را — بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن پڑھنا گویا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے، پھر حیرت ہے کہ آپ عاشق ہوکر اپنے محبوب سے باتیں کرنا نہیں چاہتے، حالانکہ محبت وہ چیز ہے کہ عاشق طرح طرح سے اس کے بہانے ڈھونڈا کرتا ہے، کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے سوال ہوا تھا{**وماتلک بیمینک یا موسیٰ**} (اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟)، اس کے جواب میں صرف اتنا کافی تھا کہ عصا کہہ دیتے، مگر نہیں، چونکہ ان کو محبت تھی، تو اس وقت کو غنیمت سمجھا کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے، انھوں نے تفصیل کے ساتھ جواب دیا: {**هي عصاي أتوكأ عليها وأهش بها علىٰ غنمي**}، (کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر سہارا لگالیتا ہوں، اور اس سے بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں)، کتنی تطویل کی، آخر میں پھر اس لاٹھی کے منافع دو جملوں میں بیان کیے، اور فرمایا: {**ولي فيها مآرب أخرى**} (کہ اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں)۔ یہ اس واسطے بڑھایا تاکہ آئندہ بھی کلام کی گنجائش رہے کہ شاید حضرتِ حق دریافت فرماویں کہ ہاں صاحب وہ مقاصد کیا ہیں، ذرا وہ بھی بیان کیجئے! تو پھر اور باتیں کروں گا، یا خود ہی عرض کریں کہ حضور اس وقت اس کی شرح نہ ہوئی تھی، میں اب عرض کرنا چاہتا ہوں، غرض آئندہ باتیں کرنے کی گنجائش رکھ لی۔

غرض عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے، اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے

ہر وقت نصیب ہے، کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرلیں، یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں، پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلایا جائے! کیا یہ فائدہ کچھ کم ہے؟

دوسرے اچھا میں نے مانا کہ معانی ہی اصل مقصود ہیں، مگر یہ کبھی نہ مانوں گا کہ معانی ہر وقت مقصود ہوتے ہیں، بلکہ ایک وقت ایسا بھی ضرور ہونا چاہیے جس میں صرف الفاظ ہی مدنظر ہوں، اور معانی پر التفات نہ ہو، جیسا کہ ریاضی میں پہاڑے یاد کیے جاتے ہیں، اس وقت مقصود پر اصلاً نظر نہیں ہوتی، بلکہ صرف الفاظ ہی کو رٹا جاتا ہے، اور جیسے کھانا کھانے سے مقصود قوت ہے، مگر کھانے کے وقت لذت پر بھی نظر ہوتی ہے، صورت پر بھی نظر ہوتی ہے، کہ روٹی جلی ہوئی سیاہ نہ ہو، سالن میں نمک مرچ بہت تیز یا کم نہ ہو، اس وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ مقصود تو قوت ہے، صورت اور لذت پر نظر کرنا بے فائدہ ہے۔

افسوس دنیا کی چیزوں میں تو صورت اور لذت پر نظر ہو اور قرآن میں یہ اُمور بے فائدہ ہوجائیں، حیرت ہے!! اور تلاوتِ قرآن میں لذت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ تلاوت کے وقت معانی کی طرف توجہ نہ ہو، صرف الفاظ ہی پر توجہ ہو...۔

صاحبو! دریا کی سطح کی سیر میں جو لذت ہے وہ سیر عمق میں نہیں ہے، گو سیر عمق سے موتی ہاتھ لگتے ہیں، جو سطح کی سیر سے حاصل نہیں ہوتے، مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سطحِ دریا کی سیر بیکار ہے، ہرگز نہیں، اَطبا سے پوچھو، وہ سطح دریا کی سیر کو فرحت بخش بتلاتے اور کہتے ہیں کہ اس سے دل و دماغ کو سرور اور نگاہ کو تازگی و نور حاصل ہوتا ہے............۔

صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں،............، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ قرآن پڑھنے والے پر بہت متوجہ ہوتے ہیں، اور نہایت توجہ سے اس کی قرأت سنتے ہیں، اس سے بھی اَلفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے، کیونکہ قرأت اور استماع الفاظ ہی کے متعلق ہے، نہ کہ معانی کے، اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے ہوئے اس امر کا استحضار کرنا چاہیے

کہ حق تعالیٰ ہمارا قرآن پڑھنا سن رہے ہیں، لہٰذا خوب اہتمام سے پڑھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اصل مقصود تمام طاعات سے قربِ حق ہے، حق تعالیٰ کے یہاں سے اولاً الفاظ آئے ہیں، اور معانی ان کے تابع ہوکر آئے ہیں، پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا، اگر یہ الفاظِ قرآن بے معنی بھی ہوتے تو بھی عاشق کے لیے یہی کافی تھے، کیونکہ محبوب اگر عاشق کو چیز دے تو وہاں دو لذتیں ہیں: ایک لذت محبوب کے ہاتھ سے ملنے کی، دوسری لذت اس چیز کے کھانے کی۔

... میں یک طرفہ فیصلہ کر کے ڈگری نہیں دیتا، بلکہ دونوں جماعتوں کے لیے فیصلہ کرتا ہوں کہ بعض جہات سے اہل الفاظ افضل ہیں، اور بعض جہات سے اہل معانی، اور قرآن کی دونوں چیزیں قابلِ اہتمام ہیں: صورت بھی اور معنی بھی، کیونکہ ہر چیز کی طرف صورت و معنی دونوں ہی کی وجہ سے رغبت ہوتی ہے، صورت کو کوئی بیکار نہیں کہہ سکتا۔

... پھر قرآن ہی میں اس کے خلاف یہ نیا قاعدہ کیوں جاری کیا جاتا ہے، کہ اس کی صورت یعنی اَلفاظ بدون معنی کے بیکار ہے، الحمد للہ میں نے مختلف وجوہ سے مسئلہ کو ثابت کردیا، کہ الفاظِ قرآن بدون فہمِ معنی کے بھی مطلوب ہیں، اور ان کا پڑھنا ہرگز بیکار نہیں، اب یہ دعویٰ بالکل باطل ہوگیا کہ بدون معنی کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ؟

اَب میں حروفِ مقطعات کا نکتہ بیان کرتا ہوں، ان سے بھی اپنا مدعا ثابت کروں گا، ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اَسرار ہیں، دوسرا نکتہ یہ کہ ممکن ہے کہ اس میں اس مضمون پر تنبیہ مقصود ہو کہ قرآن سے محض معانی مقصود نہیں، بلکہ الفاظ بھی مقصود ہیں، کیونکہ بعض الفاظ قرآن میں غیر معلوم المعنی ہیں، اگر صرف معنی مقصود ہوتے تو قرآن میں ایسے الفاظ کیوں ہوتے؟ حالانکہ وہ جزوِ قرآن ہیں، جن کی قرآنیت کا انکار کفر ہے، خلاصہ بیان کا یہ ہے نہ محض الفاظ کو مقصود سمجھو اور معانی کو بیکار، نہ محض معانی کو مقصود سمجھو اور الفاظ کو بیکار، بلکہ قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں مقصود ہیں۔ (الفاظ القرآن ص ۱۱ تا ص ۴۴ ملخصاً، بحوالہ اشرف الجواب)۔